ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر ذکیہ رانی ❁

'فیضِ میر' کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ

An Analytical and Critical Study of *Faiz-i-Mir*

By *Dr. Zakia Rani, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi.*

ABSTRACT

Mir Taqi Mir is one of the leading poet of Urdu. His prose works include *Faiz-i-Mir*, a social history of his Era. *Faiz-i-Mir* compiled by Sharif Husain Qasmi has created a misunderstanding about the family affairs of Mir. This misunderstanding has been analysed in this paper in the light of historical proofs and authentic sources. This paper is also very important as this proves Mir being the father of two sons and one daughter as per historical and literary accounts.

Keywords: Nisab, Insha pardazi, Darvaish, Tadveen, Asloob, Savaneh, Tasaneef, Matan, Khati Nuskha.

خداے سخن میر تقی میر (۲۲۔۱۷۲۱ء۔۱۸۱۰ء) کا کہا ہوا، آج بھی مستند ہے۔شاعری کے ساتھ ساتھ انھوں نے نثر میں بھی اپنی جولانئ طبع سے ایک الگ شاہراہ بنادی ہے کہ جس کے مطالعے سے اُن کے عہد کی تاریخ اور معاشرت کی جھلکیاں مؤرخین کو نئے دریچوں کی سیر کراتی ہیں۔نثری تصانیف میں میر تقی میر کی خودنوشت ''ذکرِ میر''، شعراے اردو کا تذکرہ ''نکات الشعرا''، مثنوی دریاے عشق کا قصہ ''دریاے عشق'' اور 'درسی کتاب 'فیضِ میر'' شامل ہیں۔میر تقی میر کا تصنیف کردہ نصاب ''فیضِ میر'' بھی اہمیت کا حامل ہے۔اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے میر لکھتے ہیں:

> فقیر حقیر محمد تقی میر تخلص کہتا ہے کہ ان دنوں میرے لڑکے فیض علی کو ترسل☆ (انشا و مکتوب) پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔اس لیے مختصر سی مدّت میں، مَیں نے پانچ بہت ہی مفید

❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، کراچی یونی ورسٹی، کراچی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حکایتیں لکھی ہیں اور اس تصنیف کا نام اس (لڑکے) کے نام کی رعایت سے 'فیضِ میر' رکھا ہے۔(۱)

صفدر آہ اس کا سالِ تصنیف ۱۱۷۴ھ تا ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۲ء بتاتے ہوئے فیض علی کی عمر بارہ سے چودہ برس اور فیض علی کا سنِ پیدائش ۱۱۶۲ھ متعین کرتے ہیں۔(۲) فیض علی فیض شاعر تھے۔ ان کے علاوہ میر کی دختر صاحبِ دیوان شاعرہ، تخلص بیگم اور ایک بیٹے میر کلّو عرش بھی شاعر تھے۔ میر کلو عرش کے حوالے سے مؤرخین کا قیاس ہے کہ میر نے لکھنؤ میں عقد ثانی کیا تھا۔(۳) کیوں کہ فیض علی اور کلّو عرش کی عمروں میں تفاوت بہت تھا۔ اردو کے تذکرہ نگاروں میں نساخ نے 'سخنِ شعرا'، مصحفی نے ''تذکرۂ ہندی'' اور شیفتہ نے 'گلشنِ بے خار' میں فیض علی فیض کا تعارف پیش کیا ہے۔(۴) فیض علی کا تذکرہ ''ذکرِ میر'' میں کمھیر کے قیام کے عرصہ میں ملتا ہے۔ کہ جب ۱۱۷۳ھ بمطابق ۶۰-۱۷۵۹ء میں احمد شاہ ابدالی کے حملے کے سبب میر نے دلّی سے پا پیادہ اہلِ خانہ کے ہمراہ ہجرت کی اور کچھ عرصہ کمھیر راجستھان میں بسر کیا۔ دلّی کے بہت سے شرفا محفوظ مقامات میں پناہ گزین تھے۔ انھیں میں نواب اعظم خاں بھی تھے۔ انھوں نے حلوہ میر کو دیا کہ بیٹے فیض علی کو دے دینا۔(۵)

میر نے کمھیر میں خانہ نشینی کے عرصہ میں اپنے بڑے بیٹے فیض علی کی تربیت کے لیے ایک نصابی رسالہ ''فیضِ میر'' کے عنوان سے قلمبند کیا۔ اس رسالہ کا ذکر مولوی عبدالغفور نساخ 'سخن الشعرا' میں اور محمد حسین آزاد 'آبِ حیات' میں کر چکے ہیں۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں اس کا نسخہ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کو ملا اور انھوں نے اسے پہلی بار نظامی پریس لکھنؤ سے شائع کیا۔(۶) بعدازاں یہ شائع شدہ نسخہ کمیاب ہوگیا۔ اسی عرصہ میں رام پور میں ایک نسخہ کی دستیابی کا علم ہوا تو بہت کوشش کے باوجود وہ اپنے نسخہ کا تقابلی مطالعہ نہ کر سکے اور پھر دوسری بار نسیم بک ڈپو، لکھنؤ سے ۱۹۲۹ء میں فیضِ میر مع مقدمہ، ترجمہ و فرہنگ شائع کیا۔ ۲۰۱۰ء میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے بطور پروجیکٹ یہ ذمے داری شریف حسین قاسمی کے سپرد کی اور انھوں نے 'فیضِ میر' کے دستیاب نسخوں کی مدد سے ترتیب و تدوین متن کا کام سرانجام دیا۔ جو میر تقی میر کے دوسو سالہ یومِ وفات کے موقع پر شائع ہوا۔ ہم ان دونوں طبع شدہ نسخوں کا تجزیہ کریں گے۔

'فیضِ میر' مع مقدمہ و ترجمہ و فرہنگ مرتبہ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، طبع دوم ۱۹۲۹ء میں فہرست مضامین کچھ یوں ہے کہ:

مقدمہ، اردو ترجمہ، پہلی حکایت، دوسری حکایت، تیسری حکایت، چوتھی حکایت، پانچویں حکایت، فارسی متن، حکایتِ اوّل، حکایتِ دوم، حکایتِ سوم، حکایتِ چہارم، حکایتِ پنجم، اشاریہ، فرہنگ۔ صفحات چورانوے (۹۴) ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

مقدمہ میں مرتب جناب سید مسعود حسن رضوی ادیب نے محمد حسین آزاد کی تصنیف ''آبِ حیات'' کا تحقیق کے حوالے سے دفاع کیا اوران کی انشا پردازی اور میر تقی میر سے متعلق ان کے مفروضہ واقعات کے بیان پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر 'فیضِ میر' کے نسخہ کے حصول میں جن دشواریوں سے گزرے اس کا احوال پیش کیا ہے۔ جس سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ پہلا ایڈیشن ۱۹۲۶ء میں شائع کیا گیا۔ بقول مرتب:

> اگر میر کے قلم کی رفتار تصوّف اور الٰہیات کی دشوار گزار منزلوں میں دیکھنا ہو تو 'فیضِ میر' پڑھیے۔[۷]

اس کے بعد فیضِ میر کا تعارف (اس مقدمے میں) پیش کیا گیا ہے۔ میر کے بیٹے عرش کی جس قدر شہرت رہی اتنی شہرت فیض علی کو حاصل نہ ہوئی۔ جن تذکروں میں فیض علی کا ذکر ہے ان کی عبارت اور فیض علی کے کلام کا انتخاب بھی مقدمے میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ پانچ حکایتوں پر مشتمل ہے۔ ان حکایتوں میں میر نے پیروں، درویشوں کے آنکھوں دیکھے حال کو قلمبند کیا ہے۔ مسعود حسن رضوی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ان کی روشنی میں میر کی ذہنیت صاف نظر آتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ شاعروں کے پیر حضرتِ میر ایک فقیر منش بزرگ تھے، صوفی درویشوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ان کی خدمت کو اپنی عزت اور ان کی دل جوئی کو فرضِ انسانیت سمجھتے تھے۔ ان کو خدا رسیدہ جانتے اور صاحبِ کرامات مانتے تھے۔[۸]

مسعود حسن رضوی ادیب میر کو سمجھنے کے لیے ذکرِ میر اور فیضِ میر کو ناگزیر جانتے ہیں۔ میر کی طرزِ معاشرت اور حالاتِ زندگی کا احوال میر کی سوانح کی کئی گمشدہ کڑیاں جوڑتا ہے۔

'فیضِ میر' میں پہلی حکایت درویش شاہ سایا سے متعلق ہے۔ جو ہمہ وقت عالمِ استغراق میں رہا کرتا تھا۔ اور اس نے میر کو پریشان حال دیکھ کر ان کی دلجوئی کی یہ درویش شام کو مشکیزہ بھر کر بازار میں پانی پلاتا تھا۔ اور اکثر اپنے استغراق سے نکل کر مخاطب ہوتا تو راہِ سلوک اور تصوف کی حکایات بیان کرتا اور ایک دن سانپ کے کاٹے سے مر گیا جس کا میر کو بہت رنج رہا۔

دوسری حکایت وحشی فقیر کی ہے جو اکثر ویرانے میں رہا کرتا تھا۔ اس سے ملنے کا میر کو شوق تھا اور میر نے ایک روز اس سے ملاقات کی تو اس کا احوال اس حکایت میں درج کیا ہے۔

تیسری حکایت شاہ برہان اور شاہ مدن کی ہے۔ شاہ برہان خدا رسیدہ بزرگ تھا۔ جو پتھر پہ پتھر مارا کرتا تھا۔ ایک دن میر نے اس سے ملاقات کی اور اس نے پیش گوئی کی کہ شہر کی آبادی ویرانہ ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک قلندر برہنہ تن

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

شاہ مدن نام کا جو شاہ برہان ہی کا ہم عصر تھا۔ اس کے کمالات اور کیفیات کا ذکر کیا ہے۔

چوتھی حکایت میں اسد دیوانہ نامی مجذوب فقیر کا ذکر ہے۔ جو فیروز خاں کے تالاب پر رہا کرتا تھا۔ میر نے اس سے کئی ملاقاتیں کیں ان کا احوال بیان کیا ہے اور پھر اس کے انتقال کا واقعہ درج کیا ہے۔

پانچویں حکایت میاں سعید خاں سے متعلق ہے۔ میر نے ان ایّام کا ذکر کیا ہے جب وہ اکبرآباد سے دہلی پہنچے تو اس بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ ان کا سب ہی ادب کیا کرتے تھے۔ میاں سعید ضرورت مندوں کی مدد بھی کرتے تھے۔ میر سے شعر سنا کرتے تھے اور ایک دن صبح کے وقت انتقال کر گئے جس کا صدمہ میر کو عرصہ تک رہا۔

متذکرہ حکایات میں واقعات کو میر نے آنکھوں دیکھے حال کی صورت پیش کیا ہے۔ میر کی قدرتِ بیان اپنی مثال آپ ہے۔ اس رسالہ میں ان کا اسلوب 'نکات الشعرا' کی نسبت زیادہ منجھا ہوا اور رواں ہے۔ میر نے کہیں کہیں مقفّٰی فقرے لکھے ہیں اور کہیں بالکل نثرِ عاری کا انداز ہے۔ توصیفی فقرے بھی زیادہ طویل نہیں، جو پڑھنے میں الگ ہی لطف دیتے ہیں۔ فارسی محاوروں اور تراکیب کو بھی اس رسالے میں بخوبی برتا ہے۔ سیّد مسعود حسن رضوی میر کی نثر نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> میر کو فارسی زبان پر جو عبور تھا اور فارسی نثر لکھنے کی جو قدرت تھی۔ وہ ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے جنھوں نے میر کی خود نوشتہ سوانح عمری ذکرِ میر اور اُن کا تذکرہ نکات الشعرا دیکھا ہے۔ میرؔ کے ہم عصر بھی اُن کی نثر نگاری کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔[(۹)]

سید مسعود حسن رضوی ادیب نے اس رسالے کی ترتیب وتدوین کے ساتھ ساتھ آزاد ترجمہ بھی پیش کر دیا ہے اور آخر میں فرہنگ اور اشاریہ بھی جو عہدِ حاضر میں بھی اپنی افادیت کو منوائے ہوئے ہے۔

فیضِ میر ترتیب وتدوین شریف حسین قاسمی ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی۔ سید مسعود حسن رضوی کے نسخے کے علاوہ دستیاب خطی نسخے رضا لائبریری رام پور سے اس رسالہ کی ازسرِنو تدوین کی ہے اور صرف فارسی متن ہی پیش کیا ہے۔ فیضِ میر کے نسخہ گوالیار تک ان کی رسائی نہیں ہوسکی۔[(۱۰)] فرہنگ اور اشاریہ وہی ہے جو سید مسعود حسن رضوی کے مرتب کردہ رسالے میں شامل تھا۔ البتہ حواشی اور تعلیقات سے اس رسالے کی قدرومنزلت بڑھ گئی۔ یہ رسالہ اڑتالیس (۴۸) صفحات + پیش گفتار ۲۱ = ۶۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ حکایات کے ضمن میں دریافت شدہ اختلافِ متن کو پاورقی حاشیہ میں درج کیا گیا ہے جب کہ تعلیقات سب سے آخر میں شامل کیے گئے ہیں۔ فرہنگ میں ذکرِ میر اور فیضِ میر کے مشترک الفاظ ومحاورات کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں شریف حسین قاسمی لکھتے ہیں:

> رضا لائبریری میں ''فیضِ میر'' کا نسخہ معمولی نستعلیق میں کتابت ہوا ہے۔ اس میں املا کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

> متعدد فاحش غلطیاں ہیں۔ جو اس کے کاتب کی کم سوادی کا ثبوت ہیں۔ اس کے متن کا پروفیسر رضوی کے مرتبہ متن سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پروفیسر رضوی نے ''فیضِ میر'' کے اس قلمی نسخے کو جو اُن کے پاس تھا اور جو اُن کے بقول بدخط اور کرم خوردہ تھا، بڑی حد تک درست پڑھا ہے۔ اس مشکل کام میں فارسی زبان پر ان کے تسلط، اس زبان سے ان کے تعلقِ خاطر اور ذہنی مناسبت اور ذوقِ سلیم نے ان کی رہنمائی کی ہے...... پروفیسر رضوی ''فیضِ میر'' کا متن بڑی حد تک صحیح متعین کر سکے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر پروفیسر رضوی ''فیضِ میر'' کے اپنے اور رضا لائبریری کے خطی نسخے کا مقابلہ کر بھی پاتے تو انھیں صرف چند مقامات ہی پر اپنے نسخے میں تصحیح کرنی ہوتی اور وہ دو ایک جملے ہی دوسرے نسخے سے اپنے نسخے میں اضافہ کر پاتے۔ یہی کام راقم نے انجام دیا ہے۔ (۱۱)

''پیش گفتار'' کے عنوان سے مرتب نے میر کی سوانح اور تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> میر تقی میر کی چار اولادیں تھیں۔ فیض علی فیض، حسن عسکری عرف میر کلّو متخلص بہ عرش، عزیز محمد حسین کلیم اور ایک لڑکی جس کا تخلص بیگم (متوفی ۱۲۲۳ھ) تھا۔ یہ صاحبِ دیوان شاعرہ تھیں۔ (۱۲)

میر تقی میر کے حوالے سے کی گئی اب تک کی تحقیق میں کہیں بھی 'عزیز محمد حسین کلیم' کا نام میر کے صاحبزادگان کے ضمن میں نظر سے نہیں گزرا۔ میر کی اولادوں میں دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کا ذکر بیشتر بلکہ سبھی سوانح نویسوں نے کیا ہے۔ محمد حسین کلیمؔ کے متعلق تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ وہ میر کے بہنوئی تھے۔ (۱۳) نیز ''عزیز'' اسمِ شخص نہیں ہے بلکہ یہ رشتہ دار یا قرابت دار کے معنوں میں آیا ہے۔ شریف حسین قاسمی صاحب سے یہ تسامح مسعود حسن رضوی ادیب کے مقدمہ کی اِس عبارت کی وجہ سے ہوا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

> میر کی معاشرت، حالاتِ زندگی اور تعلقاتِ خاندانی کے بارے میں اس رسالے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ میر کے یہاں ایک غلام اور ایک بوڑھی خادمہ تھی، منھ ہاتھ دھونے کے لیے طشت اور آفتابہ استعمال کرتے تھے، شہ سواری جانتے تھے، مگر گھر میں گھوڑا نہ تھا، اکبر آباد کو چھوڑ کر دہلی میں رہنا شاق تھا، اُن کے ایک بیٹے فیض علی فیض تھے اور ایک عزیز محمد حسین کلیمؔ تھے۔ جو اسحٰق خاں شہیدؔ کے چھوٹے بھائی مرزا محمد علی کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

یہاں پچاس روپے ماہوار پر نوکر تھے۔(۱۴)

شریف حسین قاسمی صاحب نے مذکورہ عبارت میں ''عزیز محمد حسین کلیم'' کو میر کا بیٹا سمجھتے ہوئے اُنھیں میرؔ کے فرزندوں میں شمار کرلیا۔ جب کہ مسعود حسن رضوی کے اِسی مقدمے میں آگے جا کر مسعود حسن رضوی نے صراحت کی ہے کہ محمد حسین کلیم کا تعارف ''نکات الشعرا'' میں میر نے کروایا ہے، جب کہ دیگر تذکرہ نویسوں میں مرزا لطف، میر حسن کے تذکروں میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔ شیفتہ نے انھیں میر کا بہنوئی اور اُن کے بیٹے کو میر کا داماد لکھا ہے۔ یہی روایت تذکرہ ''سراپا سخن'' میں بھی ملتی ہے۔(۱۵) جب کہ اس ''پیش گفتار'' میں شریف حسین قاسمی اختتامی پیرا گراف میں 'محمد حسین کلیم کا تعارف میر کے قریبی دوست کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔(۱۶) گویا انھوں نے بغور مذکورہ مقدمے کو نہیں دیکھا یقیناً بہ عجلت ان سے یہ سہو ہوا ہوگا۔ ''فیضِ میر'' کی تدوین و ترتیب میں شریف حسین قاسمی نے ''ذکرِ میر'' کے ترجمہ ''میر کی آپ بیتی'' مترجم پروفیسر نثار احمد فاروقی کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ ''فیضِ میر'' میں مستعمل الفاظ و محاورات کو ''چراغِ ہدایت'' مؤلفہ خان آرزو سے ماخوذ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> خان آرزو نے ''چراغِ ہدایت'' میں ہندوستان میں غیر مانوس فارسی الفاظ ومحاورات کی شامل کیا ہے اوران کی توضیح کی ہے۔ اس کام میں انھوں نے اہلِ زبان سے بھی مدد لی تھی۔ ''ذکرمیر'' میں جو 'محاورہ اہل ایران'' کا استعمال ہوا ہے۔ اس کا دو تہائی سے زیادہ حصہ ''چراغِ ہدایت'' کا مرہونِ منت ہے۔ یہی صورت حال ''فیضِ میر'' بھی ہے۔ بڑی تعداد ایسے الفاظ ومحاورات کی نظر آتی ہے جو ''ذکرِ میر'' اور ''فیضِ میر'' میں مشترک ہیں۔(۱۷)

مجموعی طور پر 'فیضِ میر' میر تقی میر کے دل چسپ اسلوب اور سماجی و معاشرتی احوال کے سبب اس عہد کی غماز ہے کہ جب انتشار وافراتفری نے عوام وخواص کو عزلت نشیں کر رکھا تھا۔ گو کہ یہ رسالہ انھوں نے اپنے بیٹے کے لیے تصنیف کیا۔ اس سے میر کے ذہنی میلانات اور مذہبی رجحانات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور میر کی شخصیت کا ایک رخ سامنے آتا کہ جس طرح بچپن میں وہ میر امان اللہ کے ہمراہ درویشوں سے ملنے جاتے تھے اوران کے استغنا اور استغراق سے متاثر ہوتے تھے۔ اسی طرح وہ اپنے بیٹے کو بھی ویسی تربیت دینا چاہتے ہیں۔ آل احمد سرور 'میر کے مطالعے کی اہمیت' میں لکھتے ہیں:

> میر اس لحاظ سے اپنے ہم عصروں سے زیادہ ہمیں بصیرت عطا کرسکتے ہیں کہ ان کے یہاں نہ فن پر بہت سے پردے ہیں اور نہ فکر میں زیادہ پیچ وخم۔ اس قدر خلوت پسند اور لیے دیے رہنے کے باوجود وہ زندگی اور اس کے عام مظاہر سے ایک ایسا رشتہ رکھتے ہیں کہ ان کے مردِ معقول ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا......(۱۸)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

میر کے مدِ نظر یقیناً انسانیت اور اخلاقیات کی ہمہ گیریت تھی۔ یہ انسان دوستی ان کا مزاج یا طرزِ فکر ہے جو آفاقی قدروں سے جڑی ہوئی ہے۔ان کی بیان کردہ حکایات میں ہندی تصوف اور مقامی طرزِ معاشرت کی رنگارنگی نظر آتی ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

> میر نے اپنی اس تصنیف میں فلسفۂ تصوف اور وحدت الوجود کے چند مسائل کے جواب بھی درویشوں کی زبان سے کہلوائے ہیں۔[۱۹]

فیضِ میر میں اسلوب جامع بھی ہے مختصر بھی عبارت رواں اور تصنع سے عاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے حکایت کا حسن بڑھاتے ہیں اور فارسی نثر بلاشبہ میر حسن کی رائے کو صائب ٹھہراتی ہے کہ ''چراغِ نثرش روشن'' یعنی میر کی نثر کا چراغ روشن ہے اور آج بھی یہ روشنی بہم پہنچ رہی ہے۔

مجموعی اعتبار سے ''فیضِ میر'' کا اسلوب اس پر مستزاد مسعود حسن رضوی ادیب کا مقدمہ، جس نے اس کتاب کی تاریخی حیثیت کو منوایا۔ شریف حسین قاسمی بوجوہ اس کی تفہیم نہ کر سکے۔ امید ہے میر شناسی کے حوالے سے یہ مقالہ ان اغلاط کی نشاندہی میں معاون ہوگا۔

حواشی

☆ ''ترسُّل۔(ترَس۔سُل)۔مکتوب، خط، رسالہ لکھنا'' ماخذ: ''فرہنگِ عامرہ''۔ مؤلف محمد عبداللہ خاں خویشگی (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)، ص ۱۴۷، طبع اوّل

۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ''محمد تقی میر'' (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۲ء)، ص ۸۷، طبع دوم

۲۔ صفدر آہ، ''میر اور میریات''، (بمبئی، علوی بک ڈپو، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۹۹ تا ۲۰۰

۳۔ [الف] قاضی عبدالودود، ''میر'' (پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۵

[ب] مظفر حنفی، مونوگراف، ''میر تقی میر'' (دہلی، اردو اکادمی، ۲۰۱۵ء) ص ۲۲، طبع سوم

۴۔ میر تقی میر، ''فیضِ میر''، مرتب سیّد مسعود حسن رضوی ادیب (لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۲۹ء)، ص ۶ تا ۹، طبع دوم

۵۔ ایضاً، ''ذکرِ میر'' (آپ بیتی)، مترجم نثار احمد فاروقی، (لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۶۲ تا ۲۶۵

۶۔ ایضاً، ''فیضِ میر''، ترتیب و تدوین شریف حسین قاسمی، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۰ء)، ص X، طبع اوّل

۷۔ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، محولۂ بالا، ص ۵

۸۔ ایضاً، محولۂ بالا، ص ۹ تا ۱۰

۹۔ ایضاً، محولۂ بالا، ص ۱۴

۱۰۔ شریف حسین قاسمی، محولۂ بالا، ص XII

۱۱۔ ایضاً، محولۂ بالا، ص XIII

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۲۔ شریف حسین قاسمی، محولۂ بالا، ص IX

۱۳۔ ''تجلّی میر محمد حسین کلیم کے بیٹے اور میر تقی میر کے ہمشیر زادے تھے۔'' ماخوذ: مختار الدین احمد، ''تجلّی دہلوی''، مشمولہ ''دلّی کالج اردو میگزین''، ''میر نمبر'' (۱۹۶۲ء)، ص ۱۸۳ تا ۱۸۴

۱۴۔ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، محولۂ بالا، ص ۱۰ تا ۱۱

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۱ تا ۱۲

۱۶۔ شریف حسین قاسمی، محولۂ بالا، ص XVII

۱۷۔ ایضاً، ص XIX

۱۸۔ آل احمد سرور، ''میر کے مطالعہ کی اہمیت''، مشمولہ ''نقوش''، (میر تقی میر نمبر ۲)، شمارہ ۱۲۶ (لاہور: ادارۂ فروغِ اردو، نومبر ۱۹۸۰ء)، ص ۲۳۶

۱۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، محولۂ بالا، ص ۹۷

مآخذ

۱۔ آزاد، محمد حسین، ''آبِ حیات''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۹ء

۲۔ آہ، صفدر، ''میر اور میریات''، بمبئی، علوی بک ڈپو، ۱۹۷۱ء

۳۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، ''محمد تقی میر''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع دوم، ۱۹۹۲ء

۴۔ حنفی، مظفر، پروفیسر، مونوگراف ''میر تقی میر''، دہلی: اردو اکادمی، طبع سوم ۲۰۱۵ء

۵۔ خویشگی، محمد عبداللہ خاں، ''فرہنگِ عامرہ''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع اوّل، ۱۹۸۹ء

۶۔ عبدالودود، قاضی، ''میر''، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء

۷۔ میر، میر تقی، ''فیضِ میر''، مرتب سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۲۹ء، طبع دوم

۸۔ ______، ''ذکرِ میر'' (آپ بیتی)، مترجم نثار احمد فاروقی، لاہور، مجلسِ ترقیٔ ادب، جون ۱۹۹۶ء

۹۔ ______، ''فیضِ میر''، ترتیب و تدوین شریف حسین قاسمی، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۰ء، طبع اوّل

رسائل و جرائد

۱۔ دلّی کالج اردو میگزین، ''میر نمبر''، ۱۹۶۲ء

۲۔ نقوش، (میر تقی میر، نمبر ۲)، شمارہ ۱۲۶، لاہور: ادارۂ فروغِ اردو، نومبر ۱۹۸۰ء